رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر (۱)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عہ

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۴)

قیمت فی پرچہ (۲)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

جلد ۳ | ۲۲ دے ۱۳۵۳ ف | ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ | ۲۷ نومبر ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر ۲۳

ماسکو کانفرنس اور اس کے مضمرات

یورپ کا سیاسی مستقبل

ماسکو کانفرنس کے فیصلے زیادہ تر فوجی کارروائیوں کے امکانات پر مبنی تھے۔ ان فیصلوں کی اہمیت اُن واقعات سے واضح ہوتی ہے جو میدان جنگ میں رونما ہو رہے ہیں۔ ماسکو کانفرنس کے اختتام پر جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا تھا اس میں بیان کیا گیا ہے کہ جرمنی اور اس کے ساتھیوں کے خلاف جنگ کو مختصر کرنے کی تدابیر پر جامع طور پر بحث کی گئی۔ فوجی کارروائیوں کے متعلق فیصلے کئے گئے تاکہ تینوں ممالک (انگلستان، امریکہ اور روس) کے فوجی اشتراک عمل کے لئے ایک بنیاد مہیا کی جا سکے۔

سوویٹ روس کا یہ نقطہ نظر کانفرنس میں تھا کہ فوجی مسائل پہلے طے کئے جائیں۔ یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ جن حالات میں کانفرنس منعقد ہوئی ان کا تقاضا یہی تھا کہ فوجی مسائل کی بحث کو سرخ فوج کی کامیابیوں پر مبنی رکھا جائے جو فوجی کارروائیاں شروع کی گئیں یا شروع کی جائیں وہ سوویٹ محاذ کے فیصلہ کن واقعات سے بے تعلق نہیں رکھی جا سکتی تھیں۔ اس نقطہ نظر میں سرخ فوج کی برتری مضمر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ نقطہ نظر سوویٹ روس کے اس مطالبہ کی قوت کو کم کر دیتا ہے کہ دوسرا محاذ قائم کیا جائے۔ کانفرنس کے مشترکہ اعلامیہ کے جس فقرہ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس کی یہ تعبیر کی جا سکتی ہے کہ دوسرے محاذ کے متعلق کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اس میں صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ سوویٹ حکومت کو انگلستان اور امریکہ کے جنگی منصوبوں کی پوری اطلاع ہے جن سے سوویٹ روس مطمئن ہے۔

ظاہر ہے کہ ماسکو کانفرنس سے جرمنی کو بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ اس کانفرنس میں فوجی مسائل نیز دوسرے مسائل پر بھی سمجھوتہ ہو گیا۔ جرمنی کو توقع تھی کہ مابعد جنگ سیاسی مسائل پر سمجھوتہ نہ ہو تو یہ کانفرنس ناکام ہو جائے گی اور جرمنی کو یہ موقع ملے گا کہ بالشویت کے خطرہ کو خوب اچھالے اور اس طرح اقوام متحدہ میں پھوٹ ڈال سکے۔ لیکن سوویٹ روس کے قائدین جو حقیقت پسند نقطہ نظر رکھتے ہیں اس خطرہ سے بے خبر نہ تھے۔ اسی نے روس نے اس امر پر اصرار کیا کہ فوجی مسائل کو اس کانفرنس میں پہلی جگہ دی جائے اور سیاسی مسائل کو جن پر روس اب تک اصرار کر رہا تھا پس منظر میں رکھا جائے۔ روس کی اس روش پر دنیا ضرور حیران تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نازیوں کو یہ توقع تھی کہ مسٹر کارڈل ہل اور مسٹر ایڈن ماسکو کانفرنس میں یہ کہیں گے کہ سرخ فوج اس حد تک بڑھے اور اس سے آگے نہ بڑھے۔ لیکن نازیوں کی یہ توقع پوری نہیں ہوئی کیونکہ برطانیہ اور امریکہ کی حکومتیں یہ جانتی تھیں کہ اگر سوویٹ روس کی پیش قدمی کی حد مقرر کرنے سے متعلق کوئی اختلاف ہو تو اس سے جرمنی کو فائدہ ہوگا۔

جس وقت ماسکو کانفرنس کا اجلاس جاری تھا برطانوی سفیر امریکہ لارڈ ہیلیفکس نے ایک بیان میں کہا کہ "یورپ کی جنگ ایک ایسے نقطہ پر پہونچ گئی ہے جبکہ کسی بھی چیز کے وقوع پذیر ہونے کا امکان ہے۔"

واشنگٹن سے رائٹر نے یہ اطلاع دی کہ سرکاری حلقے اس بیان کو گہرا مطالعہ کر رہے ہیں کیونکہ لارڈ ہیلیفکس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مسٹر چرچل کے شخصی نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہیں۔ امریکہ کے فوجی حلقوں کی یہ رائے ہے کہ لارڈ ہیلیفکس کے اس بیان کی تائید اس شہادت سے ہوتی ہے جو واشنگٹن پہونچی ہے۔ یورپ کی جنگ آئندہ تین ماہ میں شدید تر صورت اختیار کرے گی اور اس کے قرائن ہیں کہ اس مدت میں بڑے بڑے اور ڈرامائی واقعات رونما ہوں گے۔ رائٹر کی مزید اطلاع یہ ہے کہ "باخبر مبصرین یہ باور کرتے ہیں کہ لارڈ ہیلیفکس کا رجائی نقطہ نظر برطانیہ کا سرکاری نقطہ نظر ہے جس کو ماسکو کانفرنس کے ایک خفیہ اجلاس میں مرتب کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ روس کو اس سے اتفاق ہے اور اسی نے دوسرے محاذ کے فوری قیام پر زور نہیں دیا کیونکہ روس فوجی صورت حال سے مطمئن تھا۔"

انقلاب روس کی سالگرہ کے موقع پر اپنی ایک نشری تقریر میں اسٹالن نے دوسرے محاذ کا ذکر کیا اور یہ کہا کہ دوسرا محاذ قائم کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ لندن سے یہ اطلاع وصول ہوئی کہ پیرس ریڈیو کے نقاد نے ۵ نومبر کو بیان کیا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متحدین کی فوجیں عنقریب یورپ میں فرانس میں اتر جائیں گی۔" اسی شام پیرس کے ایک اخبار نے یہ خبر شائع کی کہ انگلستان کے جنوبی ساحل سے قریب بحری جہازوں کی حرکت دکھائی دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم جنگ کی تاریخ میں ایک نئے باب میں قدم رکھ رہے ہیں۔

ان خبروں سے اور واشنگٹن کی ان توقعات سے کہ ڈرامائی واقعات ظہور پذیر ہوں گے جن کی طرف برطانوی سفیر نے اشارہ بھی کیا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعات یورپ کے ان حصوں میں رونما ہوں گے جو سرخ فوج کی دسترس سے قریب ہیں۔ اس خیال کی تائید ماسکو کانفرنس کے اس اعلان سے ہوتی ہے کہ آسٹریا کو آزاد کرایا جائے گا [illegible]

چارمینار پریس

اشتہار، بِل، پوسٹر، پمفلٹ، مراسلے، کتابیں، اخبار، رسالے، اردو، انگریزی، گجراتی، ہندی، مرہٹی، تلنگی، کنڑی اور ہر زبان اور ہر قسم کی چھپوائی کا معقول انتظام

چارمینار پریس گلزار حوض حیدرآباد دکن
فون نمبر ۲۳۹

ہفتہ وار
مملکت

جلد ۳	۲۲ ماہ دے ۱۳۵۳ ف	نمبر ۳۳

حیدرآباد کے لئے چار آزادیاں

ایوان تجارت حیدرآباد کے سالانہ عشائیہ میں تقریر کرتے ہوئے مولوی میر لائق علی صاحب نے حکومت کو بجا طور پر متنبہ کیا ہے کہ ہمیں ان تکالیف اور پریشانیوں کو نظر انداز کرنا نہ چاہئے جو اغذیہ کی قلت اور گرانی کی وجہ سے ملک کے طول و عرض میں پیدا ہو چلی ہیں۔ یہ امر موجب طمانیت ہے کہ مولوی لائق علی صاحب کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے عالی جناب نواب صدر اعظم بہادر نے تالیوں کی گونج میں ارشاد فرمایا۔

"میرا پہلا فرض رعایائے آصفی کی غذائی ضروریات کی تکمیل ہے۔ اس فرض کی ادائی کے بعد جو بھی غلہ فاضل رہے اُس کو میں ان علاقوں کے لئے روانہ کروں گا جو قحط زدہ علاقوں میں بستے ہیں۔"

نواب صدر اعظم بہادر کے اس اعلان کو ہم حکومت سرکار عالی کا طے کردہ مسلک تصور کرتے ہیں اور ہمیں توقع ہے کہ اس سے خاطر خواہ نتائج مترتب ہوں گے۔ جس نتیجہ کی ہم توقع رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اجناس خوردنی کافی مقدار میں اور مناسب داموں پر ملک کے غریب سے غریب باشندے کو حاصل ہو سکیں گے۔ اگر نواب صدر اعظم بہادر کے اعلان کردہ مسلک پر عمال حکومت دیانتداری اور خلوص کے ساتھ عمل کریں تو متوقع نتیجہ کا ظہور پذیر ہونا لازمی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ عمال اور عہدہ داران متعلقہ عوام کو شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

زرعی کمپنیوں کی ضرورت

مولوی میر لائق علی صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حیدرآباد میں قابل کاشت اراضی کی بہتات نہیں ہے۔ قابل کاشت اراضی کی قلت ہو تو زیادہ غلہ اگانے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ موجودہ رقبہ سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ایک اوسط کاشتکار ترقی یافتہ طریقوں کو اختیار کرنے کی مالی سکت نہیں رکھتا کہ ان جدید ترقی یافتہ طریقوں کو اختیار کرے جو اضافہ پیداوار کا باعث ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح صنعتی کاروبار کے لئے مشترکہ سرمایہ سے کمپنیاں بنائی جاتی ہیں اسی طرح زراعتی کاروبار کے لئے ہر ضلع میں ایک کمپنی قائم کی جائے جو کاشتکاروں کو بے دخل کئے بغیر ان کی اراضی سے صحیح طور پر استفادہ کرے اور منافع میں سے کاشتکار کو معقول حصہ دے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ کاشتکار اس اسکیم میں عملاً حصہ دار بن جائے گا اور مالی اعتبار سے بھی فائدہ میں رہے گا اور ضمناً ماہرین کے تجربوں سے بھی فائدہ حاصل کرے گا۔ افراط زر کی وجہ سے ان دنوں جو فاضل روپیہ جمع ہو گیا ہے اگر وہ زرعی کمپنیوں کے قیام میں لگایا جائے تو اس سے مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

قانونی موشگافیاں

اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو بعجلت ممکنہ کاروائے آبپاشی کی تکمیل کرنی چاہئے۔ تنگبھدرا پراجکٹ کا مسئلہ آج تک قانونی موشگافیوں کا موضوع بنا ہوا ہے۔ مدراس کی کانگریسی وزارت نے اس مسئلہ کو تقریباً طے کر لیا تھا لیکن ان کے جانشینوں نے پھر حیدرآباد کے حقوق کے آصفیہ کو معرض التوا میں ڈال دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدرت کا ایک گرانبہا عطیہ جو دریائے تنگبھدرا کی صورت میں جنوبی ہند کے ایک بڑے حصہ کو حاصل ہے وہ بلیغ بنگال میں بہا چلا جا رہا ہے۔ ہم نے ہمیشہ یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تنگبھدرا کے قضیہ آب کا پیچیدہ مسئلہ نواب علی نواز جنگ بہادر کے مخلصانہ تعاون کے بغیر سلجھ نہیں سکتا۔ اس مسئلہ میں نواب علی نواز جنگ بہادر کی حیثیت ایک فریق کے وکیل کی نہیں بلکہ ایک ایسے ماہر فن کی ہے جو فریقین کے سیاسی حقوق سے زیادہ عام انسانوں کی بلند تر ضروریات کو پیش نظر رکھ کر قدرت کے اس بیش بہا عطیہ کے صحیح ترین مصرف کا تصفیہ کر سکتا ہے۔ بہتر ہوتا کہ نہ صرف حیدرآباد بلکہ مدراس، بمبئی اور میسور بھی اس قضیہ کو نواب صاحب کے سپرد کر دیتے اور ان کے فیصلہ کو قبول کر لیتے۔ ہمیں یقین ہے کہ نواب صاحب کا فیصلہ ہر فریق کو مطمئن کر سکے گا۔

چند بنیادی مسائل

مولوی لائق علی صاحب نے کوئلہ کی قلت، برقی قوت کی قلت اور مزدوروں کی قلت کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے حکومت سے حسب ذیل توقعات کا اظہار کیا ہے۔

(۱) یہ کہ ملک کی محدود وسائل کی تقسیم میں حکومت سرکار عالی ملکی ضروریات کو مقدم رکھے گی۔

(۲) یہ کہ حکومت سرکار عالی ان اتیہ کی درآمد کا انتظام کرے گی جن کے بغیر معاشی ترقی رکی رہتی ہے۔

(۳) یہ کہ ملک کی قوت انسانی کی تنظیم اور اس سے صحیح استفادہ کے لئے حکومت کی جانب سے ایک منظم کوشش آغاز کی جائے۔

ایوان تجارت کے عشائیہ کی جو روئداد اخباروں میں شائع ہوئی ہے اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ نواب صدر اعظم بہادر اور آنریبل صدر المہام فینانس نے ان امور پر اپنی تقریروں میں کوئی روشنی ڈالی۔ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان امور پر غور فرما کر ان کا حل معین کرے اور اس کا اعلان کر دے۔

حکومت اور رعایا کا مفاد ایک ہے۔

مسٹر پرشوتم داس ٹھاکر داس کی موجودگی نے عشائیہ کی تقاریر کے وزن کو اور بڑھا دیا۔ مسٹر پرشوتم داس ہندوستان کے ایک قابل اور صاحب نظر سرمایہ دار ہیں۔ مقامی تاجروں کو آپ کا یہ مشورہ کہ وہ حکومت سرکار عالی کی نیت پر شبہ نہ کریں ایک ایسا مشورہ ہے جو وسیع تجربہ اور معاملہ فہمی کا آئینہ دار ہے۔ حیدرآباد اسٹاک ایکسچینج کی رسم افتتاح کے موقع پر نیز ایوان تجارت کے عشائیہ کی تقریب میں مسٹر پرشوتم داس نے اپنے سامعین سے بہ اصرار یہ کہا کہ برطانوی ہند کے برخلاف مملکت آصفیہ میں حکومت اور رعایا کا مفاد ایک ہے۔ مسٹر پرشوتم داس حیدرآباد کے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ آپ تقریباً بیس سال سے حکومت حیدرآباد اور حیدرآباد کی بعض تجارتی کمپنیوں سے معاملت کرتے رہے ہیں۔ عثمان شاہی ملز کے ادارہ نظم میں آپ شریک تھے۔ ڈاکٹر معاملات میں سر اکبر حیدری مرحوم کے آپ مشیر رہے ہیں۔ اس لئے آپ کا یہ ارشاد کہ حیدرآباد میں حکومت اور رعایا کا مفاد ایک ہے محض سنی سنائی بات نہیں بلکہ ذاتی تجربہ اور مشاہدات پر مبنی ہے۔

تاجروں کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر پرشوتم داس نے فرمایا کہ وہ منافع جو انسانوں کی فاقہ کشی اور موت کے ذریعہ حاصل کیا گیا ہو تمول اور خوشحالی کا باعث نہیں بن سکتا۔ تاجروں کو اس منفعت کا الزام سے بچنا چاہئے کہ انہوں نے عوام کی مصیبت سے فائدہ اٹھایا۔ آپ نے تاجروں سے یہ بھی کہا کہ حکومت سے ان کے تعلقات ایسے خوشگوار ہیں جو دیگر علاقوں کے لئے ...

لہٰذا ثابت ہو سکیں۔ ہمیں امید ہے کہ حیدرآباد کے سرمایہ دار اور ساہوکار ان مشوروں پر عمل کریں گے۔

صنعتی مستقبل

آنریبل مسٹر غلام محمد نے وقت کے بعض اہم مسائل پر بحث کرتے ہوئے سامعین کو یقین دلایا کہ حیدرآباد کا صنعتی مستقبل درخشاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

"یہ معلوم ہے کہ صنعتی مستقبل حیدرآباد کے سامنے ہے۔ لیکن صرف ملک کو صنعتی بنانا ہی ہمارے مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ صنعت و زراعت کی ترقی ساتھ ساتھ ہونی چاہئے۔ ایک پہیہ کے ساتھ گاڑی نہیں چلائی جا سکتی۔ ایک پہیہ سست ہو تو دوسرا لازمی طور پر ناراحت ہوگا تاکہ ملک شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکے۔"

اس سلسلہ میں آنریبل مسٹر غلام محمد نے ان چار آزادیوں کا ذکر کیا جو پریسیڈنٹ روزویلٹ نے ساری دنیا کے لئے تجویز کی ہیں۔ یہاں ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حیدرآباد آصف جاہ ثانی کے بعد سے ان آزادیوں سے محروم ہے۔ حیدرآباد میں برقی دولت سے آزادی چاہتا ہے۔ وہ اپنے حاجتی وسائل سے متمتع ہونے کی آزادی چاہتا ہے۔ اپنے نمک و نمق کو خالص حیدرآبادی رنگ میں چلانے کی آزادی چاہتا ہے۔ اور اس امر کی آزادی چاہتا ہے کہ رعایا کے ہر شخص کو بھوک اور افلاس کے شکنجہ سے نجات دلائے۔ اگر ارباب مقتدر ابھی سے حیدرآباد کے لئے ان چار آزادیوں کے حاصل کرنے کی سعی فرمائیں تو اہل ملک پوری طرح ان کا ساتھ دیں گے۔

ضروریات میں کمی کریں

۱۸ نومبر سنہ ۱۹۴۳ء کے ہریجن میں

"وہ حقیقی جنگی ساتھی" کے عنوان سے گاندھی جی نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں یہ خیال ظاہر کیا کہ وقت کی اہم ترین ضرورت بھوکوں کا پیٹ بھرنا اور ننگوں کا تن ڈھانکنا ہے جیسے جیسے جنگ بڑھے گی اشیاء کی مقدار میں کمی ہوتی جائے گی ممکن ہے کہ خوش حال افراد تکلیف میں مبتلا نہ ہوں لیکن غریب طبقے اس مصیبت کو محسوس کر رہے ہیں جن لوگوں کو غریبوں کا خیال ہے انہیں چاہئے کہ وہ اپنی ضروریات کم کر دیں۔

ایک وقت میں ایک ہی جنس استعمال کرنی چاہئے چپاتی، چاول، دال، دودھ، گھی، گڑ اور تیل عام طور پر سے اوسط درجے کے ہر گھر میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ترکاریاں اور میوے بھی استعمال کئے جاتے ہیں لیکن میں اسے غلط طریقہ خیال کرتا ہوں کیونکہ جو لوگ دودھ، گھی، انڈا یا گوشت کی شکل میں حیوانی پروٹین استعمال کرتے ہیں انہیں دال استعمال کرنے کی مطلق ضرورت نہیں غریبوں کو صرف نباتاتی پروٹین میسر آتی ہے اور اگر خوش حال لوگ دالیں اور تیل استعمال کرنا ترک کر دیں تو یہ چیزیں غریبوں کے کام آئیں گی۔ مشمعی چیزیں پکانا تو بالکل ہی بند کر دینا چاہئے اور ان کے بجائے دودھ یا روٹی کے ساتھ یا روکھا گڑ یا شکر استعمال کی جائے۔ تازہ پھل کھانا بہتر ہے لیکن ان کا استعمال بہت تھوڑی مقدار میں ہونا چاہئے۔

فن طب سے واقف ہر شخص اس کی تصدیق کرے گا کہ میں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ اس کے برعکس صحت کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ اور اشیائے خوردنی میں بچت کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے

لالچی بننا ٹھیک نہیں

غلہ کا کاروبار کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ لالچی نہ بنیں اور زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر وہ غریبوں کے لئے غلہ فراہم کرنے والے نہ بن سکے تو وہ خود ہی لٹ جانے کا خطرہ مول لیں گے۔

اس ضمن میں اہم ترین کام یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی پانی مل سکے۔ وہاں اشیائے خوردنی کی کاشت کی جائے عام طور سے لوگ اس سے واقف نہیں کہ موز، آلو، چقندر، رتالو، سورن اور لوکی کی کاشت آسانی سے کی جا سکتی ہے اور بوقت ضرورت یہ چیزیں روٹی کے بجائے استعمال ہو سکتی ہیں۔

دو چینی ڈرائیوروں کی بہادرانہ موت

حال ہی میں دو چینی ڈرائیوروں کی بہادری کا سنسنی خیز واقعہ معلوم ہوا ہے جو دشمنوں کی فوج سے بھری ہوئی لاریوں کو ٹھکانے لگانے کے لئے خود اپنی جان پر کھیل گئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جاپانی فوجیں خیرنگ میں لاریوں میں بھر کر کسی مقام پر منتقل کی جا رہی تھیں۔ ان میں سے دو لاریاں ایسی بھی تھیں جن کے ڈرائیور چینی تھے۔ ان چینیوں کو دشمن کی خدمت کرنا باعث ننگ محسوس ہوا اور انہوں نے اپنی لاریوں کو پوری رفتار سے ایک دریا میں ڈال دیا اور دشمن کی فوجوں کے ساتھ خود بھی فنا ہو گئے۔

اپیل

اے آر پی کے خون کے بنک کا انتظام مکمل ہو چکا ہے اور اب وہ خون کے عطیے حاصل کرنے کے لئے تیار ہے تندرست اشخاص نقصان کے قطعی ترین اندیشے کے بغیر اپنا خون وقفوں کے ساتھ ایک سے زیادہ مرتبہ بھی بطور عطیہ دے سکتے ہیں۔ عطیہ دینے والوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں بلکہ اس کی بدولت زخمیوں، بیماروں اور حاجتمندوں کو اپنی کھوئی ہوئی صحت دوبارہ حاصل کرنے کا موقع دستیاب ہو سکتا ہے جو اس کے بغیر شفایاب نہیں ہو سکتے۔ کیا کوئی کار خیر اس سے زیادہ بہتر اور موزوں ہو سکتا ہے۔

خون کا امتحان کرنے اور اسے خالص و پاکیزہ حالت میں محفوظ رکھنے کا جدید عصری طریقوں پر انتظام کر لیا گیا جس کی بدولت خون کو مختلف شکلوں میں دو سال تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے تاکہ اسے ایک جان بچانے والی تدبیر کے طور پر بخت ضرورت کے موقعوں پر استعمال کیا جا سکے۔ تندرست حضرات و خواتین اگر اپنے خون کا عطیہ دیں تو یہ انسانیت کی بڑی خدمت ہوگی اور ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ خون نہایت عمدہ طریقہ پر محفوظ کر کے حق مریضوں کے لئے استعمال کیا جائے۔

لفٹننٹ کرنل واگھرے، ایم۔ ڈی۔ ناظم طبابت و صحت عامہ

حمید الدین احمد۔ بی۔ سی۔ ایس کنٹرولر اے آر پی و غذائی راشن بندی

نوٹ۔ خون کے عطیے حاصل کرنے کے انتظامات دواخانہ اے آر پی واقع یاقوت پورہ میں کئے گئے ہیں۔

دولت مند اپنی ضروریات کم کریں

ذخیرہ کنندوں اور نفع اندوزوں کو گاندھی جی کی سخت تنبیہ

ذیل میں ہم گاندھی جی کے ایک مضمون کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں جو تقریباً ۲ ماہ قبل شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں گاندھی جی نے ذخیرہ کنندوں اور نفع اندوزوں سے اپیل کی ہے کہ وہ لالچ اور نفع اندوزی سے باز رہیں ورنہ یاد رکھیں کہ وہ خود ہی لٹ جانے کا خطرہ مول لے رہے ہیں۔

خوش حال طبقوں کے ممبروں کو گاندھی جی نے یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ غریبوں کی ضروریات محسوس کرتے ہوئے اپنی

نیلگیری کی بہترین چائے کا واحد مرکز چینا نیلگیری ٹی امپوریم روبرو معظم جاہی مارکٹ

چھوٹے کاشتکاروں کے مفاد کا تحفظ

مقدمہ بازی اور استحصال کی روک

سررشتہ اندراجات اراضی و حقوق کے فرائض

ممالک محروسہ سرکار عالی میں زرعی اراضیات کے ابتدائی بندوبست کی مدت بالعموم تیس سال ہے اور اس مدت کے اختتام پر بندوبست پر نظر ثانی کی جاتی ہے تاکہ اس دوران میں جو تبدیلیاں ہوں ان کو ملحوظ رکھ کر ضروری ترمیمات کی جاسکیں۔ وسیع تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ قبضہ اراضیات میں وقتاً فوقتاً جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کے متعلق ضروری اندراجات کو محفوظ رکھنا ضروری ہے چونکہ غریب اور جاہل کاشتکار بلا ضرورت مقدمہ بازی اور استحصال سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ حکومت سرکار عالی نے [illegible]ف (۱۹[illegible]ء) میں لینڈ ریکارڈ کا طریقہ ممالک محروسہ میں نافذ کیا اور تمام زرعی اور غیر زرعی اراضیات اور ان کی ملکیت کے بارے میں تازہ ترین اندراجات محفوظ رکھے جانے لگے لیکن اس طریقہ کار کو اختیار کرنے کے باوجود ان مختلف اقسام کے مستقل اور عارضی حقوق کے اندراجات کی تکمیل نہ ہوسکی جو تمام ملک میں رائج ہیں۔ اس خامی کو دور کرنے کے لئے [illegible]ف میں اندراج حقوق کا قانون منظور کیا گیا اور یہ دونوں تدبیریں کاشتکاروں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئیں۔

لینڈ ریکارڈ۔

[illegible]ف میں جب اراضیات کے اندراج کا طریقہ نافذ ہوا تو یہ کام سررشتہ بندوبست کے تفویض کیا گیا۔ لیکن انتظامی مشکلات کی وجہ سے یہ کام صرف چھ اضلاع یعنی نظام آباد، اورنگ آباد، عثمان نگر، میدک، ورنگل اور کریم نگر سے آگے نہ بڑھ سکا۔ ان مشکلات پر غالب آنے کے لئے حکومت نے [illegible]ف میں ایک ناظم کے تحت ایک علحدہ محکمہ قائم کیا گیا اور دو سال کی مدت میں تنظیم جدید کا کام مکمل ہوگیا۔ چنانچہ اب ممالک محروسہ کے تمام اضلاع میں اراضی اور حقوق کے اندراج کا ایک بہتر اور کارآمد طریقہ رائج ہے۔

فرائض۔

سررشتہ لینڈ ریکارڈ کا یہ فرض ہے کہ زرعی اور غیر زرعی اراضیات اور ان کی ملکیت کے بارے میں تازہ ترین اندراجات کو محفوظ رکھے اور مختلف پیمائشی نمبروں یعنی کھیتوں کے درمیان حدبندی کا بھی انتظام کرتا رہے تاکہ کوئی شخص دوسرے کی اراضی غصب نہ کرنے پائے۔ چونکہ تمام اضلاع کی پیمائش اور نقشہ بندی ہوچکی ہے۔ اس لئے عہدہ داران پٹواری وقتاً فوقتاً زیر کاشت آنے والی سے متعلق اندراجات کرنے تمام اندراجات کو تازہ اور درست رکھنے اور حدبندیوں کے تعین کا کام انجام دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

اندراجات حقوق۔

لینڈ ریکارڈ کا طریقہ اس اعتبار سے محدود ہے کہ وہ ان مختلف حقوق کو ملحوظ نہیں رکھ سکتا جو تمام ملک میں رائج ہیں چنانچہ یہ کام اندراج حقوق سے متعلق ایک قانون کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے جو [illegible]ف میں نافذ ہوا تھا۔ اندراج حقوق کا یہ طریقہ اضلاع عثمان آباد، اورنگ آباد، بیڑ اور نانڈیڑ بھی اور بیدر میں نافذ کیا جاچکا ہے اور توقع ہے کہ چند سال کے عرصہ میں دوسرے اضلاع میں بھی نافذ ہوجائے گا۔ قانون مذکور کے مطابق ایسے رجسٹر تیار کئے جاتے ہیں جن میں اراضی کے قبضہ اور رہن وغیرہ کے بارے میں کاشتکار اور حکومت کے تمام حقوق درج ہوتے ہیں اور تمام ضلع کی زرعی اور غیر زرعی اراضی کی تقسیم کا بھی صحیح خاکہ موجود رہتا ہے۔

کاشتکاروں کے لئے سہولت

یہ طریقہ متعدد اعتبار سے کاشتکاروں کے لئے بہت مفید ہے اور اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کاشتکار مقدمہ بازی سے محفوظ رہتے ہیں۔ کیونکہ قانون مذکور میں اس کی صراحت کردی گئی ہے کہ تاوقتیکہ رجسٹروں میں اندراجات کے برعکس کوئی بات ثابت نہ کردی جائے یہ اندراجات صحیح تصور کئے جائیں گے۔ مزید براں ان اندراجات کی وجہ سے کسی گاؤں کے ہر ایک کھیت کے متعلق تازہ ترین معلومات بھی فراہم ہوسکتی ہیں۔

انتظامی سہولتیں۔

انتظامی نقطہ نظر سے بھی یہ رجسٹر بہت کارآمد ہیں اور عدالتوں کو کسی مقدمہ کا فوری تصفیہ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے کیونکہ مقدمہ [illegible] وقت تک داخل نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس کے ساتھ اندراج حقوق کی نقل بھی منسلک نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ سکر بندوبست اجتماعی اغراض کے لئے اراضی کے حصول اور تقاوی اور امداد باہمی کے قرضوں کی تقسیم کے لئے بھی یہ اندراجات بہت کارآمد ہوتے ہیں۔

تعمیرات کی پیمائش۔

سررشتہ لینڈ ریکارڈ نے تعمیرات اور مسقفات یعنی غیر زرعی اراضیات کی پیمائش کا کام بھی شروع کردیا ہے جو عمارات اور دوسرے غیر زرعی اغراض کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ چنانچہ بلدی حدود کے باہر شہر حیدرآباد کے اطراف میں مضافات کی زرعی اراضی عمارتوں کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ ان سے متعلق کام تقریباً مکمل ہوچکا ہے۔

پروجکٹوں کے تحت اراضی۔

سررشتہ مذکور مختلف پروجکٹوں کے تحت اراضیات کی پیمائش کا کام بھی انجام دے رہا ہے تاکہ وسائل آبپاشی کی تعمیر سے قبل اس بات کا تعین ہوسکے کہ اس سے جو اراضی سیراب کرنے کی تجویز ہے وہ آبپاشی کے لئے کس حد تک موزوں ہے اور یا تو وہ جزو خیرہ تعمیر کیا جائے گا اسے صاف کرنے کے لئے کافی اراضی دستیاب بھی ہوسکے گی یا نہیں۔

زرعی اعداد و شمار کی فراہمی

حیدرآباد ۱۵ دسمبر۔ یونائیٹیڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ زرعی اعداد و شمار کی فراہمی کے کام کے سلسلہ میں ممالک محروسہ سرکار عالی کے متعدد اضلاع میں مقررہ نمونہ جات تقسیم کئے گئے ہیں اور شمار کنندگان و معائنہ کنندہ عہدہ داران کو ممکنہ حد تک صحیح مواد فراہم کرنے کے لئے ضروری ہدایات دی گئی ہیں۔

مزید معلوم ہوا ہے کہ ناظم صاحب اعداد و شمار سرکار عالی نے اس کام کی نگرانی کی ترتیب دینے کے لئے ۱۵ نئے گریجویٹ انسپکٹروں کو منتخب کیا ہے جنہیں دفتری تربیت کے علاوہ عملی تجربہ کے حصول کے لئے منتخب مقامات کو بھیجا جارہا ہے حال میں انہیں سنگاریڈی بھیجا گیا تھا جہاں انہیں تحصیل اور تعلقہ کے دفتری کام سے واقف ہونے کا موقع دیا گیا۔ اور زرعی فصلوں کے زیر دست سرکاری طریقہ ہائے اندراج اعداد و شمار سے روشناس کیا گیا اس کے علاوہ ان کو حمایت ساگر اور سنگاریڈی کے مزروعات دکھائے گئے جو اس وقت تیار ہو گئے تھے جبکہ مسٹر منظور حسین موجودہ ناظم اعداد و شمار [illegible] تھے۔ توقع کی جاتی ہے کہ زرعی اعداد و شمار جمع ہوجانے کے بعد ممالک محروسہ کی زرعی فصلوں یعنی زرعی وسائل کے متعلق نہایت صحیح معلومات حاصل ہوں گی۔

عربوں کی قومی تحریک

پہلی جنگِ عظیم کے بعد

جنگ عظیم ہوئی۔ دمشق اور بیت المقدس میں عرب فاتحانہ داخل ہوئے۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں نے یہ مشترکہ اعلان کیا:-

"فرانس اور برطانیہ نے جنگ میں صرف اس لئے شرکت کی تھی کہ ترکی حکومت کے ستائے ہوئے عربوں کو غلامی سے نجات دلائی جائے اور ان علاقوں میں جمہور کی خواہش کے مطابق نمائندہ اور آزاد حکومتیں قائم کی جائیں۔"

اگرچہ اس اعلان میں "عربی حکومت" کا کہیں ذکر نہیں لیکن "نمائندہ اور آزاد حکومتوں" کا ذکر بہر حال موجود تھا پھر بھی عربوں کا ماتھا ٹھنکا۔ عرب لیڈر سمجھتے تھے کہ شریف حسین سے برطانیہ نے جو وعدے کئے تھے۔ وہ عربوں نے پورے کر دئے اب برطانیہ کے خلوص اور صداقت کا امتحان ہے۔

۱۹۱۹ء میں آزاد شدہ عرب علاقوں کی حیثیت

ایک مفتوحہ علاقہ کی تھی جہاں فوجی قانون کا دور دورہ تھا اور یہ علاقے مختلف انتظامی اداروں میں بانٹ دئیے گئے تھے صلح کانفرنس میں جب فیصل پہنچا۔ تو اس نے تین مشکلیں اپنے راستے میں حائل پائیں۔ عراق اور فلسطین پر خود برطانیہ کی نگاہ ہے۔ فرانس شام سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں فلسطین پر یہود کے قومی وطن اور اعلان بالفور کی نئی مصیبت نازل ہے۔

ان متضاد عناصر کی موجودگی میں صلح کانفرنس ان کے لئے کیا کر سکتی تھی؟ بہر حال فیصل نے پر زور تقریر کی اور ایک تحقیقاتی کمیشن کی تجویز پیش کی، جو فرانس کی مخالفت کے باوجود پریذیڈنٹ ولسن کی تائید سے منظور ہو گئی لیکن پہلا کمیشن کی شرکت کے لئے مشاورتی کمیٹیں دو دو نمائندے نامزد کریں۔ عرب علاقوں کی آبادی سے ان کی رائے اور خواہش معلوم کی جائے فیصل ابھی اتنی کامیابی پر بہت خوش تھا۔

فیصل نے واپسی پر ملک کو سخت اضطراب اور بےچینی کی حالت میں پایا۔ قومی لیڈروں نے ایک قومی اسمبلی کا اعلان کیا۔ عرب کلب، مستقلال، العربیۃ الفتاۃ اور عرب لیگ کو قیام عمل میں آیا۔ انتخابات ہوئے اور جولائی ۱۹۱۹ء میں شامی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ کانفرنس کی تجویزوں کا خلاصہ یہ تھا کہ:-

(۱) شام کو مع فلسطین کے آزاد تسلیم کر لیا جائے

(۲) امیر فیصل کو شام کا بادشاہ تسلیم کیا جائے۔

(۳) عراق کی آزادی تسلیم کی جائے۔

(۴) سائکس پیکو معاہدہ اور اعلان بالفور منسوخ کیے جائیں

قوم نے ان تجویزوں کا پر جوش خیر مقدم کیا اور تائید میں جا بجا جلسے ہوئے۔

فرانس تو تحقیقاتی کمیشن کی مخالفت کر ہی چکا تھا۔ برطانیہ نے بھی کوتاہی کی۔ ملی کمیشن کا کوئی مفاد نہیں تھا۔ اس لئے اس نے لاپروائی برتی۔ صرف پریذیڈنٹ ولسن کی تجویز پر قائم رہا۔ اس نے امریکی نمائندے روانہ کئے۔ اس کمیشن نے تمام ملک کا دورہ کیا۔ مختلف لوگوں سے تبادلۂ خیال کیا اور اپنی رپورٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دفتر میں داخل کر دی۔ یہ رپورٹ کنگ کرین رپورٹ کے نام سے مشہور ہے اس میں انتداب کی حمایت کی گئی تھی۔ مگر ایک محدود مدت کے لئے شام و فلسطین کے لئے ایک انتداب کی رائے دی اسی طرح عراق کے لئے بھی۔ دونوں علاقوں میں دستوری بادشاہی قائم ہوئی۔ اب رہا یہ کہ یہ انتداب کس کے سپرد کیا جائے۔ کمیشن نے صاف لکھا کہ ملک کی عام رائے امریکہ کو ترجیح دیتی ہے اور پھر برطانیہ کو فرانس کا انتداب قبول کرنے کے لئے وہ کسی حال میں تیار نہیں۔ کمیشن نے فلسطین کے مسئلے میں بھی عربوں کی تائید کی۔

کمیشن کی یہ تجویزیں برطانیہ، فرانس اور یہود تینوں کے لئے تلخ تھیں۔ چنانچہ اس رپورٹ کی طرف کسی نے توجہ بھی نہیں کی اور اس کی اشاعت سے پہلے ہی دونوں طاقتوں نے آپس میں سمجھوتہ کر کے ملک کا بٹوارہ کر لیا لائڈ جارج نے امیر فیصل کو پھر طلب کیا، اور فیصل پر زور ڈالا گیا کہ وہ فرانس کے ساتھ بلا واسطہ معاملات طے کرے آخر ۲۰ نومبر کو فیصل نے فرانس کے وزیر اعظم سے ملاقات کی اور پہلی ہی گفتگو میں تمام مسائل طے پا گئے۔ اس معاہدہ کی رو سے طے پایا کہ عربی حکومت لبنان اور شام کے ساحلی علاقے کو فرانس کا مقبوضہ تسلیم کرے گی۔ معاوضہ میں فرانس عربی حکومت کو ہر قسم کی امداد دے گی۔

جب اس معاہدہ کی اطلاع شام پہنچی تو ملک کے طول و عرض میں ایک بےچینی کی لہر دوڑ گئی۔ فیصل کا پہلی سرد مہری سے استقبال کیا گیا۔ ۱۹۲۰ء کے ابتدائی مہینے انتہائی پریشانی اور جوش و خروش میں گذرے۔ مارچ میں نمائندہ کانفرنس ہوئی جس میں ملک کے تمام لیڈر شریک ہوئے اور امیر فیصل کی بادشاہت کا اعلان کیا گیا۔ شام (مع فلسطین) کی آزادی کی بنا پر نئی دستوری شاہیت کی داغ بیل ڈالی گئی۔

ادھر اس عزم کا اعلان ہو تا ہی کہ برطانیہ اور فرانس نے سان ریمو میں بیٹھ کر عرب علاقوں کا بٹوارہ مکمل کر لیا۔ جزیرہ نمائے عرب کا وہ حصہ جو بحیرۂ روم سے خلیج فارس تک پھیلا ہوا ہے اس کے لئے انتداب کا نسخہ تجویز ہوا۔ فرانس کے حصہ میں شام و لبنان کا علاقہ آیا، برطانیہ کے ذمہ عراق و فلسطین کا انتظام کیا گیا۔ نیز اعلان بالفور کے عملی جامہ پہنانے پر بھی زور دیا گیا۔

تجویزیں ۵ مئی ۱۹۲۰ء کو شائع ہوئیں اور عرب عوام میں یورپی طاقتوں خاص کر فرانس و برطانیہ کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ عربوں کی قومی تاریخ میں ۱۹۲۰ء قربانیوں اور فداکاریوں کا سال ہے۔

فیصل کے سر پر تاج شاہی رکھا جا چکا تھا۔ اب اسے فرانس کے مقابلے میں آنے پر مجبور کیا جانے لگا۔ عرب نوجوان اعلان جنگ سے کم کسی چیز پر تیار نہیں تھے فیصل ذاتی طور پر کھلم کھلا مقابلہ کے خلاف تھا۔ تمام عرب علاقوں میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ فلسطین میں مسلمانوں اور عیسائیوں نے صیہونیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ عراق تو سال بھر سال ایک سلسلہ ہو سکا۔ شام میں فرانسیسی فوجوں پر زمین تنگ ہو گئی .... عرب یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ لیکن ان کے پاس منظم فوج تھی۔ نہ کافی اسلحہ، وہ مردانہ وار جان پر کھیل رہے تھے مگر فتح و کامرانی سے بےنیاز ہو کر۔

ابھی یہ لیل و نہار تھے اور امیر فیصل اس سے گریز کی راہ نکالنا چاہتے تھے کہ فرانس نے آخری الٹی میٹم دیا اور نئی عربی حکومت کے خلاف ایک طویل فرد جرم پیش کی۔ نیز فرانسیسی انتداب کے قبول کرنے اجباری فوجی بھرتی کے ختم کر دینے اور فرانسیسی سکہ کے قبول کرنے کا فوری مطالبہ کیا گیا۔ فیصل ان شرطوں کی تعمیل بھی کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن ایک طرف جنرل گورو کا اسی ہزار فوج کے ساتھ دمشق کی طرف اقدام اور دوسری جانب وزیر جنگ یوسف العظمہ کے پر جوش عزم نے صورت حال نازک کر دی۔

۱۵ جون ۱۹۲۰ء کو جنرل گورو نے دمشق خالی کرنے کا حکم بھیجا۔ فیصل برائے نام بادشاہ تھے۔ ملک کی حالت ان کے سامنے تھی۔ انھوں نے جنرل گورو کو لکھ بھیجا "کہ ملک خالی ہے"

لیکن نئی قومی حکومت کے نئے وزیر جنگ یوسف العظمہ نے اسے گوارا نہ کیا۔ وہ نوجوانوں کی ایک مٹھی بھر جماعت لے کر آگے بڑھا۔ کوئی دو ہزار جوان ہوں گے۔ شہر سے باہر میسلون نامی مقام پر کھڑے ہو کر سب موت کا انتظار کرنے لگے۔ کتنوں کے پاس ٹوٹی ہوئی بندوق بھی نہیں تھی۔ جنرل گورو دستی ہزار کی سپاہ لے کر سامنے سے نمودار ہوا فضا میں کچھ آواز بلند ہوئیں۔ اہل دمشق کو معلوم ہو گیا کہ یوسف بک العظمہ اور اس کے ساتھی وطن مقدس کی حرمت پر کٹ مرے۔ امیر فیصل نے بادیہ کی راہ لی۔ دمشق پر گورو کا قبضہ ہو گیا۔

حجاز و نجد

یوں تو شریف حسین نے اپنی بادشاہت کا اعلان ۱۹۱۶ء ہی میں کر دیا تھا لیکن اس کی حکومت عملاً پر جنگ عظیم کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ شریف کو انگریزوں نے ...

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ایوانِ تجارت حیدرآباد کے عشائیہ میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر پرشوتم داس ٹھاکر داس نے تاجروں اور ساہوکاروں کو نصیحت فرمائی کہ

"ایسے وقت نفع اندوزی جبکہ ہزارہا انسان بھوکوں مر رہے ہیں تمول اور خوش حالی کا باعث نہیں ہو سکتی۔"

کہتے ہیں کہ اس مشورہ کو سن کر سیٹھ بنکٹ لال بدرو کا کے چہرہ پر زیر لب مسکراہٹ کے آثار نمودار ہوئے اور سیٹھ لکشمی نواس گنیر وال نے اپنے مسکراتے ہوئے ساتھی کو دیکھتے ہوئے نگیں کا جو کی پیٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ دوسرے مہمان اس منظر سے محظوظ ہوئے۔

مقامی اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ :-

"ترقی پسند مصنفین کا ایک جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں ایک شاعر اپنا کلام سنائیں گے اور ان کے کلام پر آزاد تنقید ہوگی احتشام موصوف اس کا جواب دیں گے۔"

اگلے زمانے کے شاعر صرف شعر کہتے تھے اور تنقید کی انجمنوں میں نہیں پڑتے تھے چنانچہ اکبر الہ آبادی نے کہا تھا ؂

قاعدوں میں حسن بیٹھے تم کرو
شعر میں کہتا ہوں ہجے تم کرو

مگر زمانہ کا انقلاب دیکھیے کہ ترقی پسند شاعر شعر بھی کہتا ہے اور ہجے بھی کرتا ہے۔

"طالب علم غیر ملک کے اصول اور نظریات کا تمام ذخیرہ اپنے دماغ میں بھر کر بھی خود اپنے ملک کے حالات سے بے خبر رہتا ہے۔" (ایک معاصر)

یہ اشارہ ان طلبہ کی طرف نہیں ہے جو اسٹوڈنٹس اسوسی ایشن میں شریک ہیں۔

صباحِ تربیت نے "تشہیر و تعلیم" کے عنوان کے تحت تحریر کیا ہے کہ :-

"دیہات میں رعایت غلہ کی راست خریداری کے سلسلہ میں عام طور پر جو پہلا خیال اہل دیہہ کو گزر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے مفادات کو شہری کے مفادات کے تابع قرار دیا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہی اہل دیہہ ہیں جو ہمیشہ سے شہری ساکنین کی ضروریات پوری کرتے رہے ہیں۔ جب اقتضائے زمانہ کے باعث اس معمولی طریق کار میں حکومت کی مداخلت ہو تو غلط فہمیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔"

ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ غلط فہمیاں پیدا کرنے میں ذخیرہ بازوں اور ان کے کارندوں کا کوئی ہاتھ نہیں بلکہ یہ حضرات تو تشہیر و تعلیم حکومت سے بہتر اور منظم طریقہ پر کر رہے ہیں۔

"موجودہ معاشیاتِ جنگ کے حضرات سے جب شہری تعلیم یافتہ خود ناواقف ہیں تو کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ ان سے دیہات کے ان پڑھ واقف ہوں گے جو یہ تک نہیں جانتے کہ بحیثیت شہری اُن پر کوئی ذمہ داری عاید ہے اگر کاشتکار اپنی کسی ذمہ داری سے پوری طور پر واقف ہیں تو وہ سرکاری زر مالگذاری کی ادائی کی حد تک۔ اس سے آگے وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔" (رعیت)

اب تک ہمیں یہ باور کرایا جا رہا تھا کہ کاشتکار دیہات میں اور ملک کے عوام میں اتنا شعور پیدا ہو گیا ہے کہ وہ جمہوری اداروں کو ذمہ داری کے ساتھ چلا سکتے ہیں۔ مگر اب یہ کہنا کہ وہ شہری ذمہ داریوں سے کچھ واقف نہیں محض انکسار ہی معلوم ہوتی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ معاشیاتِ جنگ کے حضرات سے شہر کے تعلیم یافتہ ناواقف ہوں لیکن قبل جنگ اور بعد جنگ سیاسیات اور بالخصوص معاشیاتِ حکومت کے حضرات سے نہ صرف کاشتکار بلکہ ہر گاؤں کے بچے بچے تک واقف ہیں۔ اگر ہمارے اس خیال سے کوئی اختلاف کرے تو ہم کہیں گے کہ وہ جہالت پر ہے۔

مجلس جاگیرداران کے ایک حالیہ جلسہ میں نواب کمال یار جنگ بہادر نے تقریر کرتے ہوئے خوشی جاگیرداران کو یہ بشارت دی کہ حیدرآباد ایک فاضل پیداوار کا ملک ہے اور فرمایا کہ :-

"ملک ابھی بھی قحط کی صورت میں اور [illegible]

[illegible]

[illegible]"

حکومت سرکار عالی نے بلا وجہ زرعی اعداد و شمار فراہم کرنے کے لئے ایک جدید عملہ کا تقرر کیا۔ کیا نواب صاحب کا یہ اعلان کافی نہیں تھا؟ مگر یہ کون پوچھے کہ اگر حیدرآباد فاضل پیداوار کا ملک ہے یعنی رسد طلب سے زیادہ ہے تو پھر قلت و گرانی کے اسباب کیا ہیں جس کے انسداد کے لیے جلسہ عام کی صدارت تو نواب صاحب نے فرمائی تھی؟

نواب کمال یار جنگ بہادر نے حکومت سرکار عالی کو یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ وہ ان کاشتکاروں سے غلہ خریدے جن کی اراضی (۱۰) ایکر یا اس سے کم رقبہ کی ہو۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ نواب صاحب چھوٹے کاشتکاروں کے کیوں مخالف ہیں! حکومت جب کسی سے غلہ خریدتی ہے تو بہ نسبت ساہوکار یا تاجر کے زیادہ قیمت ادا کرتی ہے اور تولتے وقت ڈنڈی نہیں مارتی۔ ایسے صاف سیدھے اور منفعت بخش معاملہ سے چھوٹے کاشتکاروں کو کیوں محروم کیا جا رہا ہے؟

ماہ رواں کے رسالہ "سب رس" میں ایک خاتون نے اپنے شوہر کے متعلق جو سرکاری ملازم معلوم ہوتے ہیں تحریر کیا ہے کہ انہیں سینما دیکھنے کا مرض ہے۔ ہفتہ میں سات دن سینما جاتے ہیں۔ کبھی یہ جنون اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ کسی دن دو مرتبہ پہنچتے ہیں اور دوسرے شوؤں میں بھی آپ رونق افروز رہتے ہیں۔ تعطیل کے دن تو تینی اور پہلے شو میں جانا لازمی ہے جو فلم زیادہ پسند آتی ہے اس کو آپ ایک ہی شام میں دو مرتبہ ملاحظہ فرماتے ہیں۔ .... غرض یہ کہ ہر مہینہ سو سوا سو روپے سینما کی بھینٹ ہو جاتے ہیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ اتنا روپیہ آتا کہاں سے ہے؟ افسر اعلیٰ محکمہ انسداد رشوت ستانی توجہ فرمائیں۔

محبوبیہ گرلز اسکول میں "یوم اقبال" (ایک خبر)

اس خبر کو سنتے ہی معلوم نہیں ہمارا ذہن اقبال کے اس مصرع کی طرف کیوں منتقل ہو گیا۔

ع۔ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

سٹی پولیس نے شہر کی مختلف کتب کی دوکانوں پر دھاوا کیا تاکہ اخلاق سے گری ہوئی مطبوعات ضبط کی جائیں۔ (ایک خبر)

بلکہ فحش کلامی اور اخلاق سے گری ہوئی حرکات کے جو منظر سرے سڑکوں پر ہوتے رہتے ہیں ان پر دھاوا کیوں نہیں کیا جاتا؟

مابعد جنگ تنظیم میں سڑکوں کی اہمیت

(ذیل میں مولوی محمد ابرار حسین صاحب ایم اے کے ایک مضمون سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں جن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ملک کی معاشی ترقی میں سڑکوں کی تعمیر و توسیع کو کیا اہمیت حاصل ہے)

سڑک کا مسئلہ حمل و نقل کی قسم میں داخل ہے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بغیر وسیع اور تیز ذرائع حمل و نقل کے کوئی ملک متمدن ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ہر حکومت کا بہت ہی اہم فریضہ ہے کہ وہ اندرونی امن کو بحال رکھے اور بیرونی حملوں کی روک تھام کرے جو بغیر بہتر اور تیز تر ذرائع حمل و نقل کے ممکن نہیں ہے۔ اس لئے بہترین ذرائع حمل و نقل فی الحقیقت ایک فوجی ضرورت ہیں۔

مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بہترین ذرائع حمل و نقل کے نہ ہونے سے سامان تجارت ان جگہوں پر نہیں لے جایا جا سکتا جہاں معقول منافع پر اس کو بیچا جا سکے۔ ایک سوداگر کو بہترین ذرائع کی صرف اسی لئے ضرورت نہیں ہوتی ہے کہ وہ اپنا سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ پر آسانی سے پہونچا سکے بلکہ وہ مختلف جگہوں کی منڈیوں کے حالات اور چیزوں کے بھاؤ کی معلومات کا بھی محتاج ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ ذرائع تجارتی اغراض کے لئے بھی اہم اور ضروری ہیں۔

سڑکوں کی توسیع نہ صرف کاشتکاری کی جو ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اقتصادی حالت سدھارے گی بلکہ دیہاتی رقبہ کی ملکیت کو بھی ترقی دے گی وہ دیہاتی رقبہ جو شہری رقبوں سے جہاں کے رہنے والے تمام قسم کی ضروریات زندگی سے استفادہ کرتے ہیں بالکلیہ منقطع ہے۔ سڑکیں ایک حد تک اس بے روزگاری کے مسئلہ کو بھی حل کر دیں گی جس سے ملک کو لڑائی کے بعد خصوصیت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ فتح کے بعد جو یقیناً ہوگی تو تمام مشینی فوجیں باقی نہیں رکھی جائیں گی بلکہ ان کا بڑا حصہ توڑ دیا جائے گا اور اس طرح سے حمل و نقل کے لئے موٹر سیکھے ہوئے ڈرائیور اور مشینوں کے کاریگر کافی تعداد میں مہیا ہو جائیں گے۔ اس وقت سڑکوں کی توسیع مشین اور مشین والوں دونوں کو کام میں لگا دے گی۔ اور یہ لوگ کرایہ پر موٹریں چلا کر اپنی روزی کما لیں گے۔

صنعتی ترقی کا خواہ وہ کسی قسم کی ہو انحصار بھی اچھی سڑکوں کے وجود پر ہے۔ اس ملک میں جس میں موٹر رانی کے قابل سڑکوں کا جال بچھا ہوتا ہے وہاں فلاح اور صنعت سازی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ قدیم طریقہ حمل و نقل مثلاً بیل گاڑی وغیرہ ملک کی تجارت و صنعت کے لئے شدید رکاوٹ ہے۔ برطانیہ اور امریکہ میں صنعتی ترقی کے لئے جزو اعظم ہیں۔ فی الحقیقت سڑک اور ریلوے ایک دوسرے کے معاون ذرائع ہیں نہ کہ مسابق و مقابل۔ جو ملک بیشتر کاشتکاری ہو اور جس کا صنعتی ہو جانا یقیناً لابدی ہے اور جہاں دیہاتی زندگی کا انحصار (۱) لاکھ (۵) ہزار مواضعات اور غیر منظم منڈیوں پر ہو بہترین سڑکوں کا وجود نہ صرف بہت ضروری ہے بلکہ قومی اہمیت ہے جسم انسانی کی نالیوں کی طرح سڑکیں قومی زندگی کے خون یعنی تجارت کو چلائیں گی۔ چونکہ شہری رقبوں کو ہر ایک قسم کی آسانی حاصل ہے اس لئے دیہاتی رقبے انحطاط پذیر ہیں حتیٰ کہ دیہاتی زندگی ان لوگوں کے لئے بھی ناقابل برداشت ہو گئی ہے جو وہیں پیدا ہوئے اور بڑھے وہ بالکلیہ ظاہر ہے۔ دیہاتی آبادی تین قسموں پر منقسم ہے۔ زمیندار یا جاگیردار۔ کاشتکار کاریگر یا دستکار۔ زمیندار کے پاس چونکہ کافی رقم ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے بیشتر دن شہروں میں گزارتا ہے جو تعیشات سے پر ہیں اس کو اچھا مکان رہنے کے لئے اعلیٰ قسم کی درس گاہ تعلیم کے لئے بہترین ڈاکٹر علاج کے لئے اور عمدہ سینما گھر تفریح کے لئے چاہئیں۔ تاکہ نہ صرف وہ خود آرام کی زندگی بسر کر سکے بلکہ اس کی اولاد بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکے۔ اور بہ وقت ضرورت اعلیٰ طبی امداد پا سکے۔ ان ضروریات زندگی نے بیشتر زمینداروں کو گاؤں چھوڑنے پر مجبور کر کے ان شہروں میں لا کر بسا دیا جہاں ان کی ضرورتیں بآسانی پوری ہوتی ہیں اور راحت میسر آتی ہے۔ اس تحریک وطن کا قدرتی انجام یہ ہوا کہ مصیبت زدہ مزدوروں اور پیشہ وروں کو بھی جو زندگی کی حقیقی ضروریات سے محروم ہو چکے تھے گاؤں کو خیرباد کہہ کر شہروں میں جا کر بسنا پڑا نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ شہری آبادی ضرورت سے زیادہ بڑھ گئی اور دیہی آبادی کم ہوتی گئی۔ گزشتہ زمانے کے آباد اور خود مکتفی دیہات تباہ حالت میں ہو گئے کیونکہ وہ موجودہ زمانے کی آسانیوں اور آسائشوں سے محروم ہیں۔ بے کس اور غریب کاشتکاروں حتیٰ کہ معمولی حیثیت کے زمینداروں کو جب مناسب طبی امداد نہیں مہیا ہوتی ہے تو وہ نہ صرف صحت کا شکار بن جاتے ہیں بلکہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے بھی محروم ہو جاتے ہیں جو ذرائع آمد و رفت کے فقدان کی وجہ سے ان تک وقت پر نہیں پہونچ سکتے اس لئے اس کی دیہی حالت سدھارنے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ بھی ان آسائشوں سے کم از کم حسب ضرورت استفادہ کر سکیں اور یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ ان کے لئے بہتر سڑکیں بنا دی جائیں۔ ان دور دراز دیہاتوں میں جو بالخصوص برسات کے موسم میں عموماً تمام دنیا سے منقطع ہو جاتے ہیں وبائی امراض اور ملیریا و طاعون کے انسداد اور روک تھام کی تدبیریں بھی بہترین سڑکوں ہی کے ذریعہ سے اختیار کی جا سکتی ہیں۔

دیہی تعلیم پھیلانے کی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ گاؤں والوں کے لئے اچھی سڑکیں نہ مہیا کی جائیں۔ علم حیاتی اور اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ اس سیاسی وسیع النظری کو بھی فروغ دیتا ہے جو اس ڈیموکریٹک عہد میں اور چیزوں سے زیادہ ضروری ہے۔

گاؤں والوں کو سینماؤں، لکچروں اور گشتی کتب خانوں کے ذریعہ سے تعلیم دی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ بہترین سڑکوں سے اس کو شہری مرکزوں کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے اگر دیہی رقبہ جات اپنے مرکزوں سے محروم رہ کر منقطع رہیں گے تو دیہات سدھار کی کامیابی کا امکان بہ ظاہر کم ہے۔ جو دیہات اپنے مرکزوں سے سڑکوں کے نہ ہونے کی وجہ سے منقطع رہتے ہیں۔ ان کا جاہل رہنا مسلم ہے۔ دیہاتی رقبہ جات جن میں لاکھوں دور افتادہ دیہات شامل ہیں چھوٹی چھوٹی اور معاون سڑکوں کے ذریعہ سے ریلوے اسٹیشنوں اور بڑی سڑکوں سے متعلق ہو جانی چاہئیں۔ یہ معاون سڑکیں تمام پیداوار کو آسانی بڑی بڑی منڈیوں میں لے جا سکیں گی سڑکیں اگر بن گئیں تو جس قدر تیزی سے سڑکیں تیار ہوں گی۔ اسی تیزی سے ملک کی صنعت ترقی کرے گی صرف سڑکیں ہی دیہات میں تعلیم۔ تمدن، دولت اور تندرستی پیدا کر سکتی ہیں۔

پکی سڑک کی تاریخ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کی سڑکیں عرصہ سے استعمال میں ہیں۔ اور اس قسم کی پختہ سڑکیں جن میں چھوٹے بڑے [illegible] بھی آہستہ چلنے والی سواریوں کے لئے کافی موزوں تھیں مثلاً گھوڑا گاڑیاں۔ اونٹ گاڑیاں۔ بیل گاڑیاں وغیرہ لیکن اس زمانے میں جس کو موٹر کا عہد کہنا چاہئے اور جو تیز رفتار عہد ہے جبکہ تیز رفتار سواری آئے دن بڑھ رہی ہے سڑک سازی کا پورا طریق ہی بدل جانا چاہئے تھا۔ یہی سبب ہے سڑک کے ماہرین اس مسئلہ پر ہر طرح سے غور کر کے اس نتیجہ پر پہنچے کہ پائدار سڑکیں تیار کی جانی چاہئیں تاکہ تیز رفتار سواریاں سڑک پر چلنے والوں کی تندرستی کو متاثر نہ کر سکیں۔ چنانچہ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں تارکول کی سڑکیں بنائی گئی ہیں جن سے خاطر خواہ نتیجہ نکلا (باقی صفحہ ۱۰)

تنظیم مابعد جنگ اور پیش قیاسیاں

ڈاکٹر قریشی کی تقریر

حیدرآباد ۱۰ دے۔ جامعہ عثمانیہ کے توسیعی لکچر کے سلسلہ میں ڈاکٹر انور اقبال قریشی صدر شعبہ معاشیات نے بتاریخ ۸ دے اورنگ آباد کالج میں تنظیم مابعد جنگ کے مسائل پر روشنی ڈالی جس کے اقتباسات حسب ذیل ہیں:-

ڈاکٹر موصوف نے کہا کہ تنظیم مابعد جنگ کے مسائل پر مختلف پہلوؤں سے غور کیا جا سکتا ہے اور یقیناً وہ ہیں بھی مختلف النوع مثلاً برطرفی فوج کے مسائل، مزدوروں کے مسائل، امور رفاہ عامہ، صنعتی تجارتی اور زرعی مسائل۔

برطرفی فوج کے مسائل

آپ نے کہا کہ ظاہر ہے کہ جنگ سے قبل ہندوستان کی مستقل فوج بہت ہی کم تھی مگر جنگ کے زمانہ میں (۵۰) ہزار فی ماہ کی رفتار سے بھرتی عمل میں آرہی ہے۔ نیم جنگی خدمات انجام دینے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ جنگ کے اختتام پر جب یہ اپنی خدمات سے سبکدوش ہوں گے تو ان کے مستقبل کا کیا حشر ہوگا۔ یہ مسئلہ اور بھی سخت ہوگا۔ جبکہ تعلیم یافتہ بے روزگاری کا مسئلہ پوری شدومد کے ساتھ میدان میں آجائے گا۔ گورنمنٹ کا یہ اعلان کہ وہ (۵۰) فی صد غیر فوجی محکمہ جات کی خدمات جنگی خدمت گزاروں کے لئے وقف کر چکی ہے۔ مسئلہ کی پیچیدگیوں کو حل نہ کر سکے گا۔ بہتر ہے اور بہت ضروری ہے کہ ہم اس کی اہمیت کے مدنظر ابھی سے اس کے لئے طویل منصوبہ قائم کریں۔

جنگ اور مزدور

مزدوروں کے مسائل کو پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر انور اقبال قریشی صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان جیسے ملک میں جس کی آبادی کی کثرت چاردانگ میں مشہور ہے جنگ کی وجہ سے کاروبار اتنا چمک چکا ہے کہ بڑے بڑے رفاہ عام کے امور کے لئے کہیں مزدور نہیں ملتے۔ بے مہارت اور با مہارت محنت کرنے والے مزدوروں کی کھپت مصنوعات کی ترقی کی وجہ سے روزافزوں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جنگ کے اختتام پر جب حالات اعتدال پذیر ہوں گے تو ان مزدوروں کا کیا حشر ہوگا یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کس طرح بہترین طریقے سے ہم جنگی صنعت کے مشغول مزدوروں کو شہری ضروریات پیدا کرنے والی صنعت میں منتقل کر سکتے ہیں اور اس طرح سے جہاں تک ممکن ہو کوشش کرنی چاہئے کہ ملک کے تمام ذرائع کو کام میں لائیں اور یا ان کی اس طرح سے تنظیم کریں کہ اقل ترین بے روزگاری کا مسئلہ پیدا ہو۔

رفاہ عامہ

رفاہ عامہ کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے کہا کہ جنگ کے زمانہ میں حکومت مختلف قسم کے تعمیرات کے کام کر رہی ہے۔ بڑی بڑی طیارہ گاہیں بنائی جارہی ہیں۔ فوجی عمارات اور پارکیں تعمیر ہو رہی ہیں نیز حکومت ہند کا محکمہ سپلائی قریباً ایک کروڑ روپے روزانہ کا آرڈر دے رہا ہے جس کی وجہ سے درمیانی طبقہ بالخصوص گتہ داران دن بدن زور پکڑ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جنگ کے بعد یہ حالت باقی نہ رہے گی اور حالات اپنی معمولی سطح پر واپس آجائیں گے۔ اس پیدا شدہ بے روزگاری کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ حکومت عوام اور دیگر اداروں کو ہر قسم کے غیر جنگی تعمیری کاموں سے جنگ کے زمانہ تک روک رکھے تاکہ جنگ کے بعد مسئلہ بے روزگاری کم ہو اور سامان بھی سستا مل سکے۔

(باقی برصفحہ ۱۰)



چھٹی نمائش مصنوعات ملکی میں اپنا کمال پیش کر رہے ہیں
ان کی حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لائیے

عربوں کی قومی تحریک

(بسلسلہ صفحہ ۵)

بہت اعتماد تھا۔ علامہ سید رشید رضا مرحوم نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ خفیہ معاہدوں کی اشاعت کے بعد بھی ان کے اعتماد میں کمی نہیں ہوئی وہ انگریزوں کو آزادی کا ضامن سمجھا کیا۔ لیکن پیرس کانفرنس میں امیر فیصل کی کس مپرسی سے ان کا دل بیٹھ گیا دمشق میں فرانسیسیوں کے برتاؤ نے تو رہی سہی بھی کسر پوری کر دی اس کے بعد عقبہ و معان کا مسئلہ درپیش ہوا۔ انگریزوں نے شرق اردن کے ساتھ ملانے پر زور دیا۔ لیکن شریف حسین اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود حجاز کی غلامی کی دستاویز لکھنے کے لئے تیار نہ ہوا مجبوراً حجاز کے تخت و تاج سے دست بردار ہونا پڑا۔ قبرص کو گوشہ عافیت تجویز ہوا۔ شریف حسین کے بعد اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ اسی کے عہد حکومت میں ابن سعود نے چڑھائی کی۔ دونوں میں لڑائی ہوئی۔ آخر ابن سعود غالب آیا۔ اور علی حجاز سے نکلنے پر مجبور ہو گیا۔

جنگ عظیم کے وقت جزیرہ نمائے عرب مختلف ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان میں ایک ریاست نجد بھی تھی دوران جنگ میں ابن سعود نے برطانیہ کی حمایت کی۔ لیکن عملی کر میدان میں نہیں آیا اس طرح اس نے اپنی پوزیشن کافی مضبوط کر لی جنگ سے پہلے ہی وہ ترکوں کا ساحلی صوبہ الحسا زیر نگین کر چکا تھا۔ جنگ کے بعد اسے اور کھیل کھیلنے کا موقع ملا۔ نومبر ۱۹۲۱ء میں ابن الرشید امیر حائل کی ریاست اپنے قلمرو میں شامل کر لی ۱۹۲۴ء میں اس نے شریف حسین کو حجاز سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور ۱۹۲۵ء میں حجاز کے پورے علاقے میں اس کا سکہ چلنے لگا۔ ۱۹۲۶ء میں عسیر کا صوبہ بھی اپنی حکومت میں ملا لیا۔ ۱۹۳۴ء میں امام یمن کو شکست دی اور یمن کے ایک ٹکڑے پر نجدی فوجوں کا قبضہ بھی ہو چکا۔ مفتی امین حسینی (فلسطین) امیر شکیب ارسلان (جنیوا) ہاشم اتاسی (حلب) اور محمد علی علوبہ (مصر) کی بروقت مداخلت سے ابن سعود اور امام یمن ایک منصفانہ معاہدہ پر راضی ہو گئے (معاہدہ طائف ۱۹۳۴ء) ــــ آل سعود کا وہ نوجوان (عبد العزیز) جو صدی کے آغاز میں کویت میں ایک پناہ گزیں کی حیثیت سے مقیم تھا آج یمن کو چھوڑ کر پورے جزیرہ نمائے عرب کا فرمانروا ہے۔

یمن۔

بحر احمر کے جنوب میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی بڑی اہمیت ہے اور اسی لئے عربستان کا یہ حصہ مختلف یورپی ملکوں کی باہمی رقابت کی آماجگاہ رہا ہے اور ہے اور یہ صرف برطانیہ اور اٹلی کی اسی باہمی رقابت کا نتیجہ ہے کہ اب تک دونوں یمن کی موجودہ حیثیت برقرار رکھنے پر راضی ہیں۔

گو یمن نے کبھی ترکوں کی اطاعت بخوشی قبول نہ کی اور اکثر اسے داخلی آزادی حاصل رہی ہے پھر بھی جنگ عظیم کے دوران میں امام یمن نے ترکوں کے خلاف تلوار نہ اٹھائی اور نہ اتحادیوں کی مدد کی لیکن اس پر بھی یمن عربوں کی قومی تحریک اور موجودہ سیاسی بیداری سے بہت کم متاثر ہوا۔ "عربی معاہدہ" میں شرکت یمن کا پہلا کارنامہ ہے۔

اس کے نیچے بھی عراق و شام کے بعض لیڈر خاص طور پر بھیجے گئے تھے اسی طرح قاہرہ کی فلسطینی پارلیمانی کانفرنس اکتوبر ۱۹۳۸ء میں انہوں نے اپنے نمائندے بھیجے قدامت پسندی ہے۔ ابھی تک وہاں سو سال پہلے کی زندگی ہے۔ ایک سرکاری ہفتہ وار اخبار "الایمان" کے سوا وہاں کوئی دوسرا اخبار یا رسالہ نہیں۔

شرق اردن

جب فرانسیسیوں نے امیر فیصل کو دمشق سے نکلنے پر مجبور کیا تو انگریزوں کو شریف حسین اور اس کے بیٹوں کی دل جوئی کی فکر ہوئی۔ علی تو باپ ہی کے ساتھ تھا۔ امیر عبد اللہ کے لئے شرق اردن کو فلسطین و شام سے الگ کیا گیا۔ اور انگریزوں کے زیر سایہ وہاں ایک حکومت قائم کی گئی (اپریل ۱۹۲۱ء)

امیر عبد اللہ کو بادشاہ کا لقب دیا گیا اور آج تک یہ بادشاہی قائم ہے۔ گو رفتہ رفتہ شرق اردن کی حکومت فلسطین کے برطانوی ہائی کمشنر کے زیر اقتدار آ گئی ہے۔ اصل میں شرق اردن کی حکومت اس لئے قائم کی گئی تھی کہ فلسطین اور آس پاس کے عرب علاقوں کے درمیان حد فاصل کا کام کرے۔

عراق۔

فرانس اور برطانیہ کے خفیہ بٹوارے کی رو سے عراق برطانیہ کے حصہ میں آیا تھا اس لئے جنگ عظیم کے بعد ہی انگریزی فوجیں عراق پر چھا گئیں انتداب کا اعلان ہوتے ہی (۱۹۲۰ء) ملک میں اضطراب اور غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ لیڈروں کی گرفتاری اور سزایابی نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ جون سے اگست تک ملک آگ اور خون کی ہولی کھیلتا رہا۔ اور اس شورش کے دبانے میں سرکار برطانیہ کے خزانہ پر چار کروڑ پونڈ کا بار پڑا خود اہل عراق کا کتنا مالی نقصان ہوا ٹھیک طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ان حالات سے تنگ آ کر انگریز امیر فیصل کو لائے اور ایک عرب نما حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ وہ بیچارہ دمشق سے نکلنے کے بعد بے ٹھکانا ہو رہا تھا۔ بلا چون و چرا عراق کی بادشاہت قبول کر لی (اگست ۱۹۲۱ء) معاہدہ کا پہلا مسودہ ناقابل قبول تھا۔ بڑی دشواریوں کے بعد ۱۹۲۲ء میں عراق کی نئی حکومت نے معاہدہ منظور کیا ۱۹۲۵ء میں مجلس اقوام کی تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کے مطابق موصل کا علاقہ جو اپنے تیل کے چشموں کے باعث مشہور ہے عراق کو مل گیا۔ اس سے ملک کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ قوم پروروں نے ذرا اطمینان کی سانس لی اور ملک کی اصلاحات و ترقی میں لگ گئے نیز ایک نیا عراقی برطانوی معاہدہ جنوری ۱۹۲۶ء میں مرتب ہوا۔ اور انقرہ کے ثلاثی (عراق، ترکی، برطانیہ) معاہدے سے سلطنت کو بین الاقوامی منظوری حاصل ہو گئی ۱۹۲۷ء میں پھر معاہدہ پر نظر ثانی ہوئی اور برطانیہ نے پہلی بار عراق کی خود مختاری تسلیم کی جس کی تکمیل ۱۹۳۲ء سے پہلے نہ ہو سکی۔ مالی اور فوجی معاہدوں کے لئے مجلس اقوام کی توثیق شرط قرار دی گئی تھی۔

ملک میں ہیجان کی وجہ سے ۱۹۳۰ء میں ایک نیا معاہدہ مرتب ہوا اور عراق کی نمائندہ پارلیمنٹ نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی۔ عراق کی آزادی تسلیم کی گئی برطانیہ نے اپنے لئے دو اہم تحفظات رکھے۔

(۱) فوجی نقل و حرکت کے لئے حدود عراق کے استعمال کا اختیار۔

(۲) فرات کے مغربی حصہ میں ہوائی مستقر برقرار رکھنے کا حق۔

۳ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو عراق مجلس اقوام کی رکنیت سے سرفراز ہوا۔

معاہدہ کے بعد فوراً ہی اشوریوں کی بغاوت شروع ہو گئی۔ ہمدردوں کو خطرہ ہوا کہ شاید اسی بہانہ سے یہ نام نہاد آزادی سلب کر لی جائے لیکن شاہ فیصل کے تدبر اور سپہ سالار بکر صدقی کی بہادری نے اشوریوں کا سر کچل کر رکھ دیا۔ اس بغاوت کے بعد فوراً ہی انتقال ہو گیا (ستمبر ۱۹۳۳ء) فیصل کے جوان سال فرزند غازی کی سرپرستی میں ملک دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا۔

اندرون سیاسی حالات مناسب رفتار سے چل رہے تھے کہ جنرل بکر صدقی نے جعفر عسکری (وزیر دفاع) کو قتل کر کے یسین ہاشمی کی وزارت ختم کر دی (اکتوبر ۱۹۳۶ء) میں قلمدان وزارت سلیمان حکمت کو تفویض ہوا۔ یسین ہاشمی عربی تحریک اتحاد عرب کے پرانے کارکن اور شاہ فیصل کے دست راست تھے۔ سلیمان حکمت کا رجحان ترکوں کی طرف تھا۔ اور اسے عربوں کی آرزوؤں سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ نیز اس نے پچھلے وزیروں کے ساتھ انتہائی زیادتی برتاؤ کیا اکثر جلاوطن کر دئے گئے جس سے ہوا کہ یسین ہاشمی جن کا انتقال کچھ ہی دنوں بعد دمشق میں ہوا ان کی لاش بھی

تنظیم مابعد جنگ اور پیش قیاسیاں

ڈاکٹر قریشی کی تقریر

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

صنعتیں

صنعتوں کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ جنگ کی وجہ سے ہندوستانی صنعتوں کو ترقی کرنے کا کافی موقع مل گیا ہے۔ بیرونی مقابلہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہماری صنعتی ترقی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری گھریلو صنعتوں کو (۳۲) کروڑ کا آرڈر دیا گیا ہے۔ نیز کپڑے، شکر، کاغذ سازی کی صنعت کو ترقی کرنے کا بہترین موقع ہاتھ آگیا ہے۔ حیدرآباد کی کمبل سازی کی مردہ صنعت کی مانگ اس قدر زیادہ ہے کہ وہ اپنے تمام آرڈروں کی تکمیل نہیں کرسکتی۔ ہند کی یہ صنعتی ترقی ہمارے لئے قابل صد فخر و مباہات ہے۔ مگر کیا جنگ کے بعد ہم ایسی رفتار ترقی جاری رکھ سکیں گے۔ ٹاٹا والوں نے دس کروڑ روپیہ صرف کرکے جو کیمیکل اشیاء کا کارخانہ قائم کیا ہے کیا جنگ کے بعد وہ بیرونی مقابلہ کا شکار ہو جائیں گے؟ ہمیں ان سوالوں کو معمولی نہ سمجھنا چاہئے یہ ضروری ہے کہ مابعد جنگ تجارتی پالیسی میں اس امر کو ملحوظ رکھا جائے اور ملکی صنعتوں کے لئے ابھی سے ایسے پروگرام اور اسکیمیں مرتب کی جائیں کہ جنگ کے بعد ہماری یہ صنعتیں بیکار نہ ہوں۔ اور ہم ان سے نقصان نہ اٹھائیں۔

تجارت

تجارتی مسئلہ کو پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا کہ تجارت کے سلسلہ میں دلچسپ ترین انکشاف یہ ہے کہ جس چیز کو ہم موافق توازن تجارت کہتے تھے یعنی یہ کہ ہماری برآمد سے زیادہ ہو جنگ کے بعد ہم کو اس کی ضرورت نہ رہے گی جس کے دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ ملکی صنعتی ترقی کے پیش نظر خام اشیاء کی مانگ ملک ہی میں کافی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اب ہندوستان مقروض ملک نہیں ہے بلکہ وہ ایک قرض خواہ ملک ہے جس کو دوسرے قرضہ کی خاطر مال منگوانا زیادہ پڑتا ہے اور جیسا کہ امید ہے کہ مابعد جنگ زمانہ میں ہماری تجارتی پالیسی کی شکل بالکل جدید بنیادوں پر قائم کی جائے گی۔

زراعت

زرعی مسئلہ کے متعلق آپ نے کہا کہ ہندوستانی آبادی کا ۲/۳ حصہ زراعت میں لگا ہوا ہے مگر اس کے باوجود بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہندوستان اپنی مجموعی آبادی کی غذائی ضروریات پورا کرنے سے قاصر ہے۔ گورنمنٹ نے زیادہ غلہ پیدا کرو کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن جد و جہد کی ہے اور اب طریقہ کاشت کو بھی بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے تنظیم دیہی کے تینوں اصول یعنی بہتر کاشت، بہتر رہائش اور بہتر تجربہ پر عمل کیا جارہا ہے مگر اس کے باوجود بھی دیہی آبادی کا وہ حصہ جو زرعی خدمات انجام دیتا ہے اور بہتر زندگی کا عادی ہو چکا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ صوبجاتی حکومتیں زراعت کو وسعت دینے کی کوشش کریں تاکہ معیار رہائش اور بیروزگاری کی شدت کم ہو جائے۔

حکومت ہند کی جد و جہد

آخر میں آپ نے کہا کہ حکومت ہند ان مسائل سے غافل نہیں ہے اور اس نے اس سلسلہ میں چار مختلف کمیٹیاں قائم کر رکھی ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت نے ایک ماہرین کی مشاورتی کمیٹی بھی قائم کی ہے۔ ان کمیٹیوں کا کام ان مسائل کا بہترین حل ہے جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے ابھی سے ان کمیٹیوں کے کام پر رائے زنی کرنا قبل از وقت ہوگا ہم صرف اس امر کی امید کرسکتے ہیں کہ یہ تنظیم مابعد جنگ کے لئے بہترین اسکیمیں اور پروگرام مرتب کر رہی ہے۔

مابعد جنگ تنظیم میں سڑکوں کی اہمیت

بہ سلسلہ صفحہ (۷)

اور سڑک کے استعمال کرنے والے خاک کی مصیبت سے محفوظ ہو سکے بعض صوبہ واری اور ضلع واری سڑکیں بھی تارکول کی کردی گئیں۔ لیکن چونکہ تارکول کی سڑکوں میں بھی کچھ خرابیاں پائی گئیں اس لئے اس معاملہ پر بھی غور کیا گیا اور اس کی بجائے سمنٹ کی سڑکوں کی تجویز کی گئی۔ لیکن یہ زبردست خرچ کا معاملہ تھا اس لئے اس پر عمل کرنا آسان نہیں تھا اس کے آغاز کا سہرا اعلیٰ سررشتہ تعمیرات دولت آصفیہ کے سر ہے جس نے سب سے پہلے بطور تجربہ بڑے بڑے شہر حیدرآباد کی بعض سڑکیں سمنٹ کی بنائیں۔ یہ تجربہ کامیاب رہا اور بعض سڑکوں اور گلیوں کے بڑے شہر میں سمنٹ کی سڑکیں پورے بنوادی گئیں۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا تیز رفتار سواریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو یقیناً بعد ختم جنگ لاتعداد ہو جائیں گی۔ ہندوستان کے پورے ملک میں سمنٹ کی سڑکیں ہو سکیں گی؟ اس کا جواب نفی میں ہے اس لئے کہ اس کے لئے کثیر رقم کی ضرورت ہے جس کو ہندوستان کا خزانہ برداشت نہیں کرسکتا ہے درحالیکہ اس کو اسی محدود آمدنی میں سے بہت سے اہم کام بھی کرنے ہیں یا کرنے پڑیں گے اس لئے میں یہ تجویز کروں گا کہ اس وقت تک جب تک کے ملک کے ذرائع آمدنی میں ترقی نہ ہو اور اس کی اقتصادی حالت سدھر نہ جائے اس وقت تک سررشتہ تعمیرات کی طرف سے تمام سڑکیں تارکول کی کردی جائیں جیسا کہ بعض حصہ ملک میں کردیا گیا ہے اسی طرح سے چھوٹے چھوٹے شہروں کی بلدیہ یا ٹاؤن سنائی یعنی میونسپل کارپوریشن یا میونسپلٹیوں سے کہا جائے کہ وہ اپنی اپنی شہری سڑکوں کو سمنٹ کی سڑکوں میں تبدیل کردیں اس طرح سے شہری اور بیرونی سڑکیں نہ صرف دافع غبار ہو جائیں گی بلکہ مضبوط اور مستحکم بھی۔ دیہی رقبہ جات کی سڑکوں کی تعمیر کے معاملہ میں بھی اچھی طرح سے غور کیا جائے تاکہ کوئی گاؤں چھوٹا ہو یا بڑا بغیر قابل استعمال سڑک کے باقی نہ رہے۔ ہر ایک مجلس ضلع ڈسٹرکٹ بورڈ یا زیادہ سے زیادہ دس سالہ پروگرام سڑک سازی کا تیار کرے اور اگر مالیہ اجازت دے تو تارکول کی سڑکیں درست بنا کر تمام دیہاتوں کو مرکزوں سے ملا دیا جائے۔ لیکن اگر فی الحال کافی فنڈ موجود نہیں ہے تو تارکول کے بجائے جاگ کو استعمال کیا جائے جیسا کہ ریاست میسور نے اپنے دیہی رقبہ جات میں کامیاب تجربہ کیا ہے۔ مجھ کو ریاست میسور کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہاں سے مجھ کو واقفیت ہے کہ ایک دیہہ یک بھی کوئی موضع ریاست میں ہو۔ ایسا نہیں ہے جہاں اچھی سڑک اور بجلی کی روشنی نہ ہو۔ ۱۹۳۶ء سنہ ۱۹۳۶ء میں صوبجات متحدہ کی صنعتی و زراعتی نمائش منعقدہ لکھنؤ کے موقع پر ریاست میسور کا بھی ایک مکان تھا جس میں ریاست کے جنگلاتی سڑک اور جنگلاتی پیٹرول کا مفید مظاہرہ کیا گیا تھا۔ سردست جب تک کہ ہم بہتر اور معیاری سڑکیں دیہی رقبہ جات میں تیار کرنے کے قابل نہ ہوں اس وقت تک کیوں ہم میسور کی پیروی کرکے سستی سڑکیں تیار نہ کریں۔ ہندوستان میں جہاں متعدد شکر سازی کے کارخانے موجود ہیں جہاں گڑ کی کافی مقدار ہے بالخصوص دیہی سڑکوں کے استعمال کے لئے مل جانا کچھ دشوار نہیں ہے۔ اس کے نقص اور خرابی اگر کچھ ہے یا اس کی خوبی کو مخفی رکھنے میں ہے تاہم لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ سڑکیں بہت سستی رہیں گی اس کے ساتھ ہی سروقت زراعتی اور دیہاتیوں کے لئے یکساں معاون ہوں گی حتی کہ یہ معمولی سڑکیں بھی ان لوگوں کے لئے رحمت ہو جائیں گی جو آرام و آسائش کی زندگی سے محروم ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر پانچ سالہ سڑک پروگرام پر سختی سے پابند رہا جائے تو ہر ایک محکمہ تعمیرات اور مجلس ضلع سے ملک کے گوشہ گوشہ میں موٹر رانی کے قابل سڑکیں تیار کرا سکتے ہیں۔ اب یہ سوال صرف پلوں کی تیاری کا باقی رہتا ہے جو سڑک پروگرام میں نہ صرف اہم بلکہ قیمتی ہے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے کہ سڑک تو بنا دی جائے لیکن رقم کے نہ ہونے کی وجہ سے پل چھوڑ دیا جائے۔ سڑک کی بجائے پل کا ہونا بہتر ہے تاکہ مسافر ندیوں کو پار کرتے ہوئے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالے بغیر اپنے گھروں پر پہنچ جائیں۔ یہ صحیح ہے کہ سڑک کی تیاری اتنی قیمتی نہیں ہے جتنی پل کی تعمیر لیکن اس مشکل کو بھی یوں حل کیا جاسکتا ہے کہ گہری لیکن کم چوڑی ندیوں پر رفتہ رفتہ پل Bund Bridge اور پایاب ندیوں پر Causeways بنا دیا جائے۔ ان پر رقم بہ نسبت پل کی تعمیر کی رقم کی بہت کم خرچ ہوگی۔ [illegible]

پٹرول کی تقسیم

کوتوال صاحب بلدہ کے احکام

حیدرآباد ۱۵ اردے۔ کوتوال صاحب بلدہ نے حسب ذیل حکم جاری کیا ہے:

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو مجھے حکم سرکار عالی نمبر ۹ مورخہ ۹ شہریور ۱۳۵۲ف کی رو سے حاصل ہیں پٹرول کی موجودہ غیر معمولی قلت کے زمانہ میں بہ رعایت جانب کوتوال بلدہ حدود بلدہ حیدرآباد کے لئے اور کنگ کوٹھی مبارک سے ۱۲ میل تک کے دائرے میں شامل تمام رقبہ کے لئے بجز ان علاقوں کے جو آئین میں زیر نگرانی کے زیر انتظام ہیں پٹرول کی تقسیم کے متعلق حسب ذیل احکام جاری کرتا ہوں۔

پٹرول۔

۱۔ فروخت کنندوں کو چاہئے کہ وہ تمام منسوخ کردہ کوپن، رسیدیں، جو انہیں پٹرول حاصل کرنے کے لئے اب تک دی گئی ہوں لیکن جو انھوں نے فراہم کنندوں کے حوالے نہ کی ہوں ایسے عہدہ داروں کے حوالے کردیں جن کا درجہ سب انسپکٹر سے کم نہ ہو اور جنہیں بلدہ حیدرآباد کے ایریا اسٹنٹ افسر نے مجاز گردانا ہو ان کے عوض قبضہ کرنے والا عہدہ دار انہیں ایک صداقت نامہ دے گا جس میں کوپنوں کی تعداد اور رسائد "الف و ب" کے علاوہ ان کوپنوں کے ذریعہ دی ہوئی پٹرول کی مقدار اور قبضہ میں لی ہوئی رسیدوں کا بھی اندراج ہوگا۔

۲۔ تا وقتیکہ پٹرول کی قلت کا زمانہ گزر نہ جائے کوئی شخص اس وقت تک پٹرول خریدنے کا مجاز نہ ہوگا جب تک کہ وہ اپنے کوپن پیش کرکے ان پر میرے تصدیقی دستخط حاصل نہ کرلے۔

۳۔ ایسے کوپنوں، معمولی رسیدوں اور خصوصی رسیدوں کے سوا جن پر یا تو میرے دستخط ثبت ہوں یا فوجی موٹروں یا فوجی عہدہ داروں کی ملک موٹروں کی حد تک چیف آف دی اسٹاف محکمہ جات کوتوالی اضلاع و محابس کی موٹروں کی حد تک صدر ناظم صاحب کوتوالی اضلاع و محابس محکمہ شارع نقل و حمل کی موٹروں اور سرحدی علاقوں میں رہنے والے عہدہ داروں کی موٹروں کی حد تک علی الترتیب مسٹر ... اور مسٹر ... نظام اسٹیٹ ریلوے کے دستخط اور مہر ثبت ہوں کوئی اور کوپن معمولی رسید یا خصوصی رسید خواہ وہ کسی بھی جاری کی گئی ہو حدود بلدہ حیدرآباد میں اور زیر انتظام علاقوں کے دوران نفاذ میں جائز تصور نہ کئے جائیں گے سوا اس صورت کے کہ پیش کردہ کوپنوں پر مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق تصدیقی دستخط اور مہر موجود ہوں۔

۴۔ ہر ایک فروخت کنندہ کو چاہئے کہ وہ فروخت کا ایک رجسٹر رکھے اور روزانہ فروخت کی ہوئی مقدار اور باقی ماندہ پٹرول کی مقدار سے حدود بلدہ میں صدر امین کو اور حدود بلدہ سے باہر لیکن بارہ میل کے دائرے میں شامل مذکورہ بالا رقبہ کے اندر عہدہ دار ناکہ کوتوالی کو روزانہ مطلع کرے جوکہ یہ اطلاعات ۱۲ بجے تک پہونچائیں گے۔

۵۔ حدود بلدہ میں اور زیر انتظام علاقوں کے سوا کنگ کوٹھی مبارک کے اطراف بارہ میل کے دائرے کے اندر فروخت کنندے ایسے کوپنوں معمولی رسیدوں یا خصوصی رسیدوں کو قبول نہ کریں جن پر کسی اور عہدہ دار کے تصدیقی دستخط اور مہر ہوں۔ کیونکہ حکومت نے یہ حکم دیا ہے کہ تصدیقی دستخط کئے ہوئے کوپن اور رسیدیں رکھنے والے اشخاص صرف انہیں حدود کے ذخائر سے پٹرول حاصل کریں جن سے متعلق عہدہ دار کے تصدیقی دستخط ہوں۔

۶۔ یہ حکم ۱۵ اردے ۱۳۵۳ف مطابق ۹ نومبر ۱۹۴۳ء کو ۶ بجے شام سے نافذ ہوگا اور تا اطلاع ثانی نافذ رہے گا۔

(سررشتہ معلومات عامہ)

ماسکو کانفرنس اور اس کے مضمرات

بسلسلہ صفحہ اول

اعلامیہ کا یہ جزو عام قارئین کی نظر سے اوجھل رہا لیکن مبصرین سوچ رہے تھے کہ آسٹریا کا ذکر کرنے کی وجہ کیا تھی۔ غالباً اس کے تذکرے کی وجہ یہ ہوگی کہ ہٹلر کے یورپی قلعہ کے دفاعات میں سے پہلا حلقہ آسٹریا پر ہوگا یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ جنوب مشرقی یورپ سے بڑے پیمانہ پر فوجی کارروائیاں عمل میں لائی جائیں۔ ہٹلر کے یورپی قلعہ پر ایسا متحدہ حملہ عملی امکانات سے باہر نہیں ہے۔ سرخ فوج کی کامیابی اور جنوب اٹلی پر انگلستان اور امریکہ کے قبضہ نے اس کو ممکن بنا دیا ہے۔ ماسکو کانفرنس کے اختتام سے کچھ پہلے اسٹاک ہوم سے یہ اطلاع وصول ہوئی تھی کہ "جنوب مشرقی یورپ کے تمام پایہ تخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ انھیں اندیشہ ہے کہ روسی فوجیں ان کے علاقوں میں گھس پڑیں گی۔ ان ممالک کو یقین نہیں کہ جرمنی میں سوویٹ کی پیش قدمی کو روکنے کی قوت ہے۔ ان ممالک کے سیاسی حلقے ماسکو کانفرنس کے نتیجہ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں"۔ ماسکو کانفرنس کا اعلان ہٹلر کے ان ساتھیوں کے لئے جو یورپ کے جنوب مغرب میں ہیں مایوس کن ثابت ہوا۔ اس اعلان میں کہا گیا ہے کہ محوریوں کے خلاف جنگ جاری رہے گی۔ تاآنکہ وہ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیں۔

ماسکو کانفرنس میں اہم سیاسی تنقیحات کا کم از کم اصول کی حد تک تصفیہ ہوگیا۔ یہ تنقیحات یورپ کے سیاسی مستقبل سے متعلق ہیں جو محوریوں کی فوجی شکست کے بعد پیدا ہوگا۔ اٹلی کے واقعات ماسکو کانفرنس کی آواز بازگشت ہے (انڈی پنڈنٹ انڈیا)

اچ ریجووینو

دماغ کو فرحت اور طاقت بخشی نیند کیا روئے زمین پر اس سے بھی بہتر نادر چیز ہے تندرست تو تندرست بیمار کی بیماری دفع ہو جاتی ہے روزانہ سوتے وقت اس کو پاؤں اور پاؤں کے انگوٹھوں اور تلوں پنڈلیوں وغیرہ پر اور حمام کے وقت بھی ملا کریں۔ پاؤں اعضا میں طاقت آتی ہے درد گٹھیا اعصابی کمزوریاں دفع ہو جاتی ہیں۔ حافظہ اور بصارت حیرت انگیز طور پر ترقی کرتے ہیں اور بعض مہینوں کے بیمار ایک ہی دفعہ کے استعمال سے اچھے ہوگئے ہیں یہ کوئی مبالغہ نہیں آج ہی آزمائیں۔ مسٹر زید عبدالرزاق اینڈ کمپنی حیدرآباد اور دیگر دواخانوں میں ملتا ہے۔

کفایت کی خاطر

ریڈیو لیگ کے رکن بن جائیے

لاؤڈ اسپیکر کرایہ پر دئے جاتے ہیں

پرانے ریڈیو درست اور فروخت کئے جاتے ہیں

ریڈیو ہاسپٹل

توپ کا سانچہ حیدرآباد دکن

فلسفہ محبت ... قیمت ... ملنے کا پتہ ...

سررشتہ معلومات عامہ سرکار عالی

کی چند اہم مطبوعات

منتخب پریس نوٹ اور اعلانات یہ مجموعہ (۱) سیاسی اور انتظامی (۲) معاشرتی فلاح و بہبود (۳) معاشی مسائل کے متعلق ایسے منتخب پریس نوٹ اور اعلانات پیش کرتا ہے جو قومی تعمیر سے متعلق ہیں اور ساتھ ہی ملک اور جنگ کے اہم مسائل پر حکومت کے مسلک پر روشنی پڑتی ہے کاغذ و طباعت عمدہ

انگریزی ایڈیشن ۱عہ قیمت ۱عہ

عثمانیہ یونیورسٹی :- انگریزی زبان میں جامعہ عثمانیہ کا مفصل باتصویر تذکرہ اور ایک معرفی ناظم [illegible] کے قلم سے [illegible] قیمت [illegible]

انگریزی مملکت آصفیہ حیدرآباد کے مکمل اجمالی باتصویر حالات کا مستند مجموعہ [illegible] قیمت [illegible]

نیز :- ادبی و علمی ادبی ضروریات کے لئے مکتبہ کی فہرست ہمیشہ پیش نظر رکھئے

مکتبہ ابراہیمیہ - حیدرآباد دکن

قائم شدہ ۱۸۷۰ء

سید عبدالرزاق اینڈ کمپنی

کیمسٹ خاص اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

صدر دفتر

چارکمان حیدرآباد دکن
فون نمبر ۱۱

شاخیں

عابد روڈ
فون نمبر ۸۱

آکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد
فون نمبر ۵۶۳

پارچہ جات

ایف - ڈی - خان اینڈ کمپنی

محی الدین بلڈنگ حیدرآباد دکن
فون نمبر ۲۸۲۶

عزیز برادران تاجران غلہ

نظام شاہی روڈ
حیدرآباد دکن

مہاراجہ ویجیٹیبل ہیر آئیل

طلائی تمغہ یافتہ

بالوں کو بڑھاتا ہے سفیدی کو روکتا ہے
دماغ کو قوت آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے
اور فرحت بخشتا ہے
قیمت فی شیشی ۱عہ

بھگوان اینڈ کمپنی کاچی گوڑہ حیدرآباد دکن

فون نمبر ۳۲

خزانہ عامرہ کی موڑ پر

بنارسی مال

کا مخزن

رام بخش جے چند (لاڈ بازار)

بیوپاریوں اور آرڈر پر سپلائی کرنے والا

تاج محل

ہیر ڈریسنگ سیلون

لیڈیز اینڈ جنٹس

روبرو دواخانہ ڈاکٹر لوسکر تربپ بازار حیدرآباد

احمد عبد... پریس میں طبع ہو کر باہتمام سید محی الدین [illegible] شائع ہوا